نوجوانوں کے لئے ایک فکری تحریر

روزِ قیامت...... جب زندگی شروع ہوگی

ابو یحییٰ

قیامت جہاں اس عارضی زندگی کے خاتمہ کی علامت ہے وہیں اک نئی زندگی کے شروع ہونے کی نوید بھی ہے۔ ایسی زندگی جس کی انتہا نہیں، جس میں موت نہیں، اور جو اکتا دینے والی نہیں بلکہ ہر لمحہ روح کا جلا بخشنے والی زندگی ہے۔ حقیقی زندگی، لافانی زندگی، ابدی حیات، اس موضوع پر جناب ابو یحییٰ کا ایک خوبصورت مضمون قدرے تصرف کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

والٹیئر (۱۶۹۴۔۱۷۷۸) کا شمار یورپ کے دور روشن خیالی کے ان اہم ترین لوگوں میں ہوتا ہے جن کے افکار وخیالات پر مغربی تہذیب کی موجودہ عمارت کی بنیادیں قائم ہیں۔ والٹیئر کے زمانے میں پرتگال کے شہر لزبن میں زلزلہ آیا جس کے ساتھ آنے والے سونامی طوفان اور پھر شہر میں پھیلنے والی آگ نے قیامت مچا دی۔ لاکھوں کی آبادی کا شہر مکمل طور پر تباہ ہوگیا۔ اس سانحے نے یورپ بھر کو ہلا کر رکھ دیا۔ نہ صرف سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطحوں بلکہ فلسفہ وافکار کی دنیا پر بھی اس تباہی کے زبردست اثرات ہوئے۔ روایتی مذہبی قیادت نے حسب عادت اسے خدا کا عذاب قرار دیا۔ مگر اب زمانہ بدل رہا تھا۔ چنانچہ زبردست ردعمل ہوا۔ اس واقعے کے پس منظر میں والٹیئر نے پہلے ایک نظم poem on the lisbon disaster اور پھر candide کے نام سے ایک ناول لکھا۔ اس کا بنیادی پیغام یہ تھا کہ نئی دنیا میں مسیحیت کے پیش کردہ ایسے خدا کے تصور کی کوئی گنجائش نہیں جس کے نازل کردہ عذاب میں بے گناہ اور گناہ گار بلاتفریق مارے جاتے ہیں۔

ابتداء میں والٹیئر کا یہ کام پابندیوں کا شکار ہوا، مگر جلد ہی اس میں پیش کردہ افکار وقت کی زبان بن گئے۔ آہستہ آہستہ خدا سے منسوب کردہ غلط تصورات کا ردعمل لوگوں کو انکار خدا کی منزل تک لے گیا۔ پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ مغربی معاشروں میں خدا کا نام لینا ایک احمقانہ بات بن گئی۔ اکبرالہ آبادی مرحوم نے اس صورتحال کو اپنے ایک شعر میں اس طرح بیان کیا ہے:

☆ جس نے قبل از وقت کسی شی کے حصول کی کوشش کی اسے اس سے محرومی کی سزا دی جائے گی ☆

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

بعد کے زمانوں میں خدا کا تصور تو کسی نہ کسی طور پر قبول کر لیا گیا لیکن آخرت کا وہ تصور جو خدا کے عدل کامل کا ثبوت اور دنیا میں پائی جانے والی ناہمواریوں کی حقیقی توجیہہ ہے، کبھی عام نہ ہو سکا۔ والٹیئر ایک مسیحی پس منظر رکھتا تھا جہاں آخرت کے تصورات انتہائی مبہم اور غیر معقول ہیں۔ اس لیے اسے اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کا صحیح جواب نہ مل سکا اور وہ انکار خدا و آخرت کی اس تحریک کا بانی بن گیا جو اب دھرتی کے خشک و تر پر حکمران ہے۔ خوش قسمتی سے مسلمانوں کے پاس قرآن مجید جیسی کتاب ہے جو یہ بتاتی ہے کہ دنیا کی کہانی کا دوسرا اور آخری باب آخرت ہے جس کے بغیر حیات و کائنات کے بارے میں کسی حقیقت کو درست طور پر نہیں سمجھا جا سکتا۔

آج مسلم معاشروں میں یورپ کے دور روشن خیالی کی طرح مذہبی انتہا پسندی اور بے لگام روشن خیالی کے درمیان ایک تصادم برپا ہے۔ قبل اس کے کہ اس تصادم میں ہمارے ہاں کوئی والٹیئر اٹھے، پروردگار عالم کی عنایت سے ناول کی زبان میں انسانی کہانی کے دوسرے اور آخری باب کی کچھ تفصیلات قارئین کے پیش خدمت ہیں۔ بدقسمتی سے آج یہ حقیقت انسانی نگاہوں سے پوشیدہ ہے، مگر اب وہ وقت دور نہیں رہا جب امکانات کی یہ دنیا ایک مبرہن حقیقت بن کر ظاہر ہو جائے گی۔ پیش خدمت ہے قیامت کا منظر نامہ ناول کے انداز میں:......

یوم یکون الناس کالفراش المبثوث......الخ

زمین کے سینے پر ایک سلوٹ بھی باقی نہیں رہی تھی۔ دریا اور پہاڑ، کھائی اور ٹیلے، سمندر اور جنگل، غرض دھرتی کا ہر نشیب مٹ چکا اور ہر فراز ختم ہو چکا تھا۔ دور تک بس ایک چٹیل میدان تھا اور اوپر آگ اگلتا آسمان......مگر آج اس آسمان کا رنگ نیلا نہ تھا، لال انگارہ تھا۔ یہ لالی سورج کی دہکتی آگ کے بجائے جہنم کے ان بھڑکتے شعلوں کا ایک اثر تھی جو کسی اژدھے کی مانند منہ کھولے وقفے وقفے سے آسمان کی طرف لپکتے اور سورج کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کرتے۔ جہنمی شعلوں کی لپک کا یہ خوفناک منظر اور بھڑکتی آگ کے دہکنے کی آواز دلوں کو لرزا رہی تھی۔ لرزتے ہوئے یہ دل مجرموں کے دل تھے۔ یہ غافلوں، متکبروں، ظالموں، قاتلوں اور سرکشوں کے دل تھے۔ یہ زمین کے فرعونوں اور جباروں کے دل

تھے۔ یہ اپنے دور کے خداؤں اور زمانے کے ناخداؤں کے دل تھے۔ یہ دل ان لوگوں کے تھے جو گزری ہوئی دنیا میں ایسے جیے جیسے انہیں مرنا نہ تھا۔ مگر جب مرے تو ایسے ہوگئے کہ گویا کبھی دھرتی پر بسے ہی نہ تھے۔ یہ خدا کی بادشاہی میں خدا کو نظر انداز کر کے جینے والوں کے دل تھے۔ یہ مخلوق خدا پر اپنی خدائی قائم کرنے والوں کے دل تھے۔ یہ انسانوں کے درد اور خدا کی یاد سے خالی دل تھے۔ سو آج وہ دن شروع ہو گیا جب ان غافل دلوں کو جہنم کے بھڑکتے شعلوں اور ختم نہ ہونے والے عذابوں کی غذا بن جانا تھا......

وہ عذاب جو اپنی بھوک مٹانے کے لیے پتھروں اور ان پتھر دلوں کے منتظر تھے۔ آج ان عذابوں کا ''یوم العید'' تھا کہ ان کی ازلی بھوک مٹنے والی تھی۔ ان عذابوں کے خوف سے خدا کے یہ مجرم کسی پناہ کی تلاش میں بھاگتے پھر رہے تھے۔ مگر اس میدان حشر میں کیسی پناہ اور کون سی عافیت۔ ہر جگہ آفت، مصیبت اور سختی تھی۔ اور ان پتھر دل مجرموں کی ختم نہ ہونے والی بدبختی تھی۔ خبر نہیں اس حال میں کتنے برس...... کتنی صدیاں گزر چکی ہیں۔ یہ حشر کا میدان اور قیامت کا دن ہے۔ نئی زندگی شروع ہو چکی ہے۔ کبھی ختم نہ ہونے کے لیے۔ میں بھی حشر کے اس میدان میں گم سم کھڑا خالی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ میرے سامنے ان گنت لوگ بھاگتے، دوڑتے، گرتے پڑتے چلے جا رہے ہیں۔ فضا میں شعلوں کے بھڑکنے کی آواز کے ساتھ لوگوں کے چیخنے چلانے، رونے پیٹنے اور آہ وزاری کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے ہیں، گالیاں دے رہے ہیں، لڑ جھگڑ رہے ہیں، الزام تراشی کر رہے ہیں، آپس میں گتھم گتھا ہیں۔ کوئی سر پکڑے بیٹھا ہے۔ کوئی منہ پر خاک ڈال رہا ہے۔ کوئی چہرہ چھپا رہا ہے۔ کوئی شرمندگی اٹھا رہا ہے۔ کوئی پتھروں سے سر ٹکرا رہا ہے۔ کوئی سینہ کوبی کر رہا ہے۔ کوئی خود کو کوس رہا ہے۔ کوئی اپنے ماں باپ، بیوی بچوں، دوستوں اور لیڈروں کو اپنی اس تباہی کا ذمہ دار ٹھہرا کر ان پر برس رہا ہے۔ ان سب کا مسئلہ ایک ہی ہے۔ قیامت کا دن آ گیا ہے اور ان کے پاس اس دن کی کوئی تیاری نہیں۔ اب یہ کسی دوسرے کو الزام دیں یا خود کو برا بھلا کہیں، ماتم کریں یا صبر کا دامن تھامیں، اب کچھ نہیں بدل سکتا۔ اب تو صرف انتظار ہے۔ کائنات کے مالک کے ظہور کا، جس کے بعد حساب کتاب شروع ہوگا اور عدل کے ساتھ ہر شخص کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا۔ یکا یک ایک آدمی میرے بالکل قریب چلایا: ''ہائے...... اس سے تو موت اچھی تھی۔ اس سے تو قبر کا گڑھا اچھا تھا۔'' میں ارد گرد کی دنیا سے بالکل کٹ چکا تھا کہ یہ چیخ نما آواز مجھے سوچ کی وادیوں سے حقیقت کے اس میدان میں لے آئی جہاں میں بہت دیر سے گم سم کھڑا تھا۔ لحہ بھر میں میرے ذہن میں ابتدا سے انتہا تک سب کچھ تازہ ہو گیا۔ اپنی کہانی، زندگی کی کہانی...... سب فلم کی ریل کی طرح میرے دماغ میں گھومنے لگی۔

....

اس بھیانک دن کے آغاز پر میں اپنے گھر میں تھا۔ یہ گھر ایک ظاہر بیں نظر کے لیے قبر کا تاریک گڑھا تھا، مگر دراصل یہ آخرت کی حقیقی دنیا کا پہلا دروازہ اور برزخ کی دنیا تھی۔ وہ دنیا جس میں میرے لیے ختم نہ ہونے والی راحت تھی۔ اس روز مجھ سے میرا ہمدم دیرینہ اور میرا محبوب دوست صالح ملنے آیا ہوا تھا۔ صالح وہ فرشتہ تھا جو دنیا کی زندگی میں میرے دائیں ہاتھ پر رہا۔ اس کی قربت موت کے بعد کی زندگی میں میرے لیے ہمیشہ باعث طمانیت رہی تھی اور آج بھی ہمیشہ کی طرح تمہاری پرلطف ڈیوٹی میرے ساتھ کیوں لگائی گئی ہے؟'' ''بات یہ ہے عبداللہ کہ میں اور میرا ساتھی دنیا میں تمھارے ساتھ ڈیوٹی کیا کرتے تھے۔ وہ تمھاری برائیاں اور میں نیکیاں لکھتا تھا۔ تم مجھے دو منٹ فارغ نہیں رہنے دیتے تھے۔ کبھی اللہ کا ذکر، کبھی اس کی یاد میں آنسو، کبھی انسانوں کے لیے دعا، کبھی نماز، کبھی اللہ کی راہ میں خرچ، کبھی خدمت خلق...... کچھ اور نہیں تو تمھارے چہرے پر ہمہ وقت دوسروں کے لیے مسکراہٹ رہتی تھی۔ اس لیے میں ہر وقت کچھ نہ کچھ لکھتا ہی رہتا تھا۔ تم نے مجھے تھکا مکا ہی ڈالا تھا، لیکن ہم فرشتے تم انسانوں کی طرح تو ہوتے نہیں کہ برائی کا بدلہ برائی سے دیں۔ اس لیے تمھاری اس ''برائی'' کے جواب میں بھی دیکھ لو کہ میں تمھارے ساتھ ہوں اور تمھارا خیال رکھتا ہوں۔'' ''صالح نے انتہائی سنجیدگی سے میری بات کا جواب دیا۔ میں نے اس کی بات کے جواب میں اسی سنجیدگی کے ساتھ کہا: ''تم سے زیادہ ''برائی'' میں نے الٹے ہاتھ والے کے ساتھ کی تھی۔ وہ میرا گناہ لکھتا، مگر میں اس کے بعد فوراً توبہ کر لیتا۔ پھر وہ بے چارہ اپنے سارے لکھے لکھائے کو بیٹھ کر مٹاتا اور مجھے برا بھلا کہتا کہ تم نے مٹوانا ہی تھا تو لکھوایا کیوں تھا۔ آخر کار اس نے تنگ آ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس شخص سے میری جان چھڑائیں۔ اس لیے موت کے بعد سے اب تم ہی میرے ساتھ رہتے ہو۔'' یہ سن کر صالح . ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر وہ بولا: ''فکر نہ کرو حساب کتاب کے وقت وہ پھر آ جائے گا۔ قانون کے تحت ہم دونوں مل کر ہی تمھیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کریں گے۔'' یہ بات کہتے کہتے اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی کے آثار نمودار ہو گئے۔ وہ بولتے بولتے چپ ہوا اور سر جھکا کر ایک گہری خاموشی میں ڈوب گیا۔ میں نے اس کا یہ انداز آج تک نہ دیکھا تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے سر اٹھایا تو اس کے چہرے سے ہمیشہ رہنے والی شگفتگی اور مسکراہٹ رخصت ہو چکی تھی اور اس کی جگہ خوف و حزن کے سایوں نے لے لی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا: ''عبداللہ اسرافیل کو حکم مل چکا ہے۔ خدا کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اہل زمین کی مہلت ختم ہو گئی ہے۔ تم کچھ عرصہ مزید برزخ کے اس پردے میں خدا کی رحمتوں کے سائے میں رہو گے، مگر میں اب

رخصت ہو رہا ہوں۔ اب میں تم سے اس وقت ملوں گا جب زندگی شروع ہوگی۔ تمہاری آنکھ کھلے گی تو قیامت کا دن شروع ہو چکا ہوگا۔ میں اس روز تم سے دوبارہ ملوں گا۔''

....

زندگی کے ہنگامے جاری تھے۔ بازاروں میں وہی چہل پہل اور گہما گہمی تھی۔ نیویارک، لاس اینجلس، لندن، پیرس، شنگھائی، دہلی، ماسکو، کراچی، لاہور ہر جگہ رونق میلے لگے ہوئے تھے۔ رات کو دن کر دینے والی سیلابی روشنیوں میں ۲۰، ۲۰ کرکٹ میچ اور فٹبال ورلڈ کپ کے مقابلے، ان کو دیکھتے اور تالیاں بجاتے تماشائی۔ پب (pub) اور بار میں شراب پیتے اور کلبوں میں اسٹرپ ٹیز (striptease) دیکھتے بدمست لوگ۔ ہالی وڈ اور بالی وڈ کی ایکشن اور تھرل فلموں میں اداکاروں کے جلوے اور ان جلووں کے شوقین تماش بین۔ فلموں، ڈراموں، اسٹیج، ٹی وی، بیلی (belly) ڈانس اور فیشن شوز میں تھرکتی، مٹکتی، اپنے جسم کی نمائش کرتی ماڈلز اور اداکارائیں اور اس نمائش سے اپنی تجوریاں بھرتے سرمایہ دار۔ نئے دور کے نئے فاتحین عالم...... ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مالکان اور ان کو اپنا علم و ہنر بیچ کر اپنے مستقبل کے خواب بننے والے باصلاحیت نوجوان۔ میڈیا کی چمک دمک، صحافت کے مرچ مصالحے اور بازار سیاست کے ماند نہ پڑنے والے مکروفریب کے ہنگامے۔ بازاروں میں گھومتے اور خریداری کرتے مرد و خواتین اور ان کو بلاتی رجھاتی دکانیں اور دکاندار۔ امرا کے عشرت کدوں میں گونجتے ساز و آواز، غربا کے جھونپڑوں میں فقر و افلاس۔ شادیوں کی تقریبات میں خوشی کے نغمے، جنازوں اور ہسپتالوں میں غم و الم کے سائے۔ خدا کے نام پر اپنے مفادات کا تحفظ کرتے اہل یورپ، غریبوں اور ان کے مسائل سے ہمیشہ کی طرح بے نیاز اہل ثروت۔ کرپشن کی ناپاک کمائی سے اپنی جیبیں بھرتے سرکاری ملازم اور ملاوٹ و ذخیرہ اندوزی سے اپنی تجوریاں بھرتے ہوئے حرام خور تاجر۔ عوام کا استحصال کرتے اہل اقتدار اور دنیا پر اپنا غلبہ رکھنے کے منصوبے بناتی سپر پاورز، سب اپنے اپنے مشغلوں اور کاموں میں مگن تھے۔ اور جو ظلم اہل زمین پر ہمیشہ سے کرتے آئے تھے، وہی کر رہے تھے۔

ظلم و فساد کی داستانیں، دھوکہ و فریب کی کہانیاں، حرص و ہوس کی دوڑ، غفلت اور سرکشی کے رویے، خدا اور آخرت فراموشی، سیاسی ہنگامے، معاشی جدوجہد، مذہبی جھگڑے، طبقاتی کشمکش۔ ہر چیز ہمیشہ کی طرح جاری تھی۔ پیغمبر تو صدیوں پہلے آنے بند ہو گئے تھے۔ ایگریکلچرل (agricultural) ایج، انڈسٹریل (industrial) ایج سے بدلی اور انڈسٹریل ایج، انفارمیشن (information) ایج سے، مگر انسانی رویے نہیں بدلے۔ ان کے غم بھی نہیں بدلے۔ وہی کاروبار اور روزگار کی پریشانیاں، وہی

☆ الضرر یزال ☆ ضرر (نقصان) کا ازالہ کیا جائے گا ☆

عشق و محبت کی ناکامیاں، وہی موت اور بیماری کے مسائل۔ اس وقت بھی انسانوں کے ہاں ہر غم تھا، سوائے......غم آخرت کے۔ ہر خوف تھا، سوائے......خوف خدا کے۔

آسمان کی آنکھ یہ دیکھ رہی تھی کہ خدا کی زمین کو ظلم و فساد سے بھر دینے والا انسان اب دھرتی کا ناقابل برداشت بوجھ بن گیا ہے۔ سو انسان کو بار بار ہلایا گیا۔ نبی آخرالزماں کی پیش گوئیاں پوری ہونے لگیں۔ ننگے پاؤں بکریاں چرانے والے عربوں نے دنیا کی بلند ترین عمارتیں بنالیں، مگر انسانیت ہوش میں نہیں آئی۔ نوح کے تیسرے بیٹے یافث کی اولاد یعنی یاجوج و ماجوج کی نسل دنیا کے پھاٹکوں کی مالک بن گئی۔ عظمت کی ہر بلندی سے یہی یاجوج و ماجوج ساکنان دنیا پر یلغار کرنے لگے۔ برطانیہ، روس، امریکہ اور چین......ایک کے بعد ایک دنیا کے اقتدار کی مسند پر فائز ہوتے گئے، آسمانی صحیفوں کی تمام پیش گوئیاں پوری ہوگئیں، مگر انسانیت پھر بھی ہوش میں نہ آئی۔ سونامی آئے، سیلاب آئے، زلزلے آئے، مگر انسانیت غفلت سے نہ نکلی۔ خدا نے انفارمیشن ایج پیدا کردی۔ اس کے عجمی نے نبی عربی ﷺ کے پیغام کو اٹھایا اور انسانیت پر حجت تمام کردی، مگر انسانیت پھر بھی نہ سنبھلی۔ قیامت سے قبل قیامت کی منظر کشی آخری درجے میں کر کے انسانیت کو جھنجھوڑ دیا گیا، مگر لوگوں کے رویے میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ سو جسے آخر کار آنا تھا، وہ آ گئی۔ اسرافیل نے خدا کا حکم سنا اور صور ہاتھ میں اٹھالیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے قیامت آ گئی۔ سورج کی بساط لپیٹ دی گئی۔ تارے بے نور ہونے لگے۔ ہمالیہ جیسے پہاڑ ہوا میں روئی کے مانند اڑنے لگے۔ کہسار ریگزار بن گئے۔ سمندروں نے پہاڑ جتنی اونچی لہریں اٹھانا شروع کردیں۔ میدان سمندر بن گئے۔ زمین نے اپنے آتش فشاں باہر اگل دیئے۔ وادیوں میں آگ کے دریا بہنے لگے۔ دھرتی نے اپنے سارے زلزلے باہر نکال پھینکے۔ زمین الٹ پلٹ ہوگئی۔ شہر کھنڈروں میں بدلنے لگے۔ عمارتیں خاک ہونے لگیں۔ آبادیاں قبرستانوں کا منظر پیش کرنے لگیں۔ کمزور انسان کی بھلا حیثیت ہی کیا تھی۔ وہ جو کچھ دیر قبل نئے گھر کی تعمیر کے منصوبے بنا رہے تھے، نئی دکان اور نئے کاروبار کی منصوبہ بندی کر رہے تھے، شادی اور نکاح کی امیدیں باندھ رہے تھے، نئی کار اور نئے کپڑوں کی خریداری کر رہے تھے، اولاد کے مستقبل کی پلاننگ میں مصروف تھے۔ اپنے تمام ارادے اور سارے عزائم بھول گئے۔ مائیں دودھ پیتے بچے چھوڑ کر بھاگیں۔ حاملہ عورتوں کے حمل گر گئے۔ طاقتور کمزوروں کو کچلتے اور نوجوان بوڑھوں کو چھوڑتے بھاگنے لگے۔ سونا چاندی سر راہ پڑے ہیں، نوٹ ہوا میں اڑ رہے ہیں، قیمتی سامان بکھرا ہوا ہے، مگر کوئی لینے والا، سمیٹنے والا نہیں۔ گھر، کاروبار، رشتے دار، ناطہ و اسباب، سب غیر اہم ہو چکے ہیں۔ ہر

نفس صرف اپنی فکر میں ہے۔ آج انسان سب کو بھول گیا ہے، صرف ایک خدا کو پکار رہا ہے، مگر کوئی جواب نہیں آتا۔ دہریے اور ملحد بھی نام خدا کی دہائی دے رہے ہیں، مگر کوئی جائے عافیت نظر نہیں آتی۔ بربادی کے سائے پیچھا نہیں چھوڑ رہے۔ موت ہر جگہ تعاقب کر رہی ہے۔ مصیبت نے ہر طرف سے گھیر لیا ہے۔ آخر کار زندگی موت سے شکست کھا گئی۔ زندگی ختم ہوگئی۔ مگر اس لیے کہ زندگی کو اب شروع ہونا تھا۔

....

ہوا کی تیز سرسراہٹ کی آواز میرے کانوں میں آنے لگی۔ بارش کی کچھ بوندیں میرے چہرے پر گریں۔ مجھے ہوش آنے لگا۔ میں بہت دیر تک اٹھنے کی کوشش کرتا رہا، مگر میرے حواس مکمل طور پر بیدار نہ ہو سکے۔ کافی دیر میں اسی حال میں رہا۔ اچانک میرے کانوں میں ایک مانوس آواز آئی: ''عبداللہ اٹھو جلدی کرو۔'' یہ میرے ہمدم دیرینہ، میرے یار غار صالح کی آواز تھی۔ اس کی آواز نے مجھ پر جادو کر دیا اور میں ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''میں کہاں ہوں؟'' یہ میرا پہلا اور بے ساختہ سوال تھا۔ ''تم بھول گئے، میں نے تم سے کیا کہا تھا۔ قیامت کا دن شروع ہوگیا ہے۔ اسرافیل دوسرا صور پھونک رہے ہیں۔ اس وقت اس کی صدا بہت ہلکی ہے۔ ابھی اس کی آواز سے صرف وہ لوگ اٹھ رہے ہیں جو پچھلی زندگی میں خدا کے فرمانبرداروں میں سے تھے۔'' اس نے میرا کندھا تھپکتے ہوئے کہا۔ ''اور باقی ـــــ؟'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ''تھوڑی ہی دیر میں اسرافیل کی آواز بلند ہوتی چلی جائے گی اور اس میں سختی آجائے گی۔ پھر یہ آواز ایک دھماکے میں بدل جائے گی۔ اس وقت باقی سب لوگ بھی اٹھ جائیں گے، مگر وہ اٹھنا بہت مصیبت اور تکلیف کا اٹھنا ہوگا۔ ہمیں اس سے پہلے ہی یہاں سے چلے جانا ہے۔'' اس نے تیزی سے جواب دیا۔ ''مگر کہاں؟'' یہ سوال میری آنکھوں سے جھلکا ہی تھا کہ صالح نے اسے پڑھ لیا۔ ''تم خوش نصیب ہو عبداللہ ہم عرش کی طرف جا رہے ہیں۔'' وہ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا بولا۔ پھر مزید تفصیل بتاتے ہوئے اس نے کہا: ''اس وقت صرف انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین ہی اپنی قبروں سے باہر نکلے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کامیابی کا فیصلہ دنیا ہی میں ہوگیا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کو بن دیکھے مان لیا تھا، اسے چھوئے بغیر پا لیا تھا اور اس کی صدا اس وقت سن لی جب کان اس کی آواز سننے سے قاصر تھے۔ یہ لوگ اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کی نصرت اور اطاعت کا حق ادا کر دیا۔ ان کی وفاداری اپنی مذہبی شخصیات، اپنے لیڈروں، اپنے فرقے کے اکابرین اور اپنے باپ دادا کے عقائد اور تعصبات سے نہ تھی بلکہ صرف اور صرف خدا اور اس کے رسولوں سے تھی۔ انہوں نے خدا پرستی کے لیے ہر دکھ جھیلا، ہر طعنہ سنا اور ہر سختی برداشت کی۔ اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کو اپنی زندگی بنایا۔ خدا سے محبت اور مخلوق پر شفقت کے

ساتھ زندگی گزاری۔ عبداللہ آج ان لوگوں کے بدلے کا وقت ہے۔ اور یہ ہے ان کے بدلے کا آغاز۔'' صالح کی باتیں سنتے ہوئے میرے چہرے سے حیرت اور اس کے چہرے سے خوشی ٹپک رہی تھی۔ ''مگر میں تو جنت میں تھا اور......'' صالح نے ہنستے ہوئے میری بات کاٹ کر کہا: ''شہزادے وہ جنت نہیں تھی وہ تو برزخ کا زمانہ تھا۔ گویا خواب کی زندگی تھی۔ اصل زندگی تو اب شروع ہوئی ہے۔ جنت تو اب ملے گی۔ ویسے وہ بھی حقیقت ہی تھی۔ دیکھو تمھاری اور میری دوستی وہیں پر ہی ہوئی تھی۔'' میں اپنا سر جھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔ کچھ کچھ میری سمجھ میں آ رہا تھا اور بہت کچھ سمجھنا ابھی باقی تھا۔ مگر اس لمحے میں نے اپنے آپ کو صالح کے حوالے کرنا زیادہ بہتر محسوس کیا۔

....

صالح سے میری دوستی اس وقت ہوئی تھی جب میں نے موت کے بعد یا زیادہ درست الفاظ میں فانی دنیا کے دھوکے سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں قدم رکھا تھا۔ لوگ موت سے بہت ڈرتے ہیں، مگر میرے لیے موت ایک انتہائی خوشگوار تجربہ تھی۔ ملک الموت عزرائیل کا نام دنیا میں دہشت کی ایک علامت ہے، مگر میرے سامنے وہ ایک انتہائی خوبصورت شکل میں آئے تھے۔ انہوں نے بہت محبت اور شفقت سے میری شخصیت یعنی میری روح کو میرے جسم سے جدا کیا۔ میرا جسمانی وجود سابقہ دنیا میں رہ گیا اور میری اصل شخصیت کو انھوں نے اس دنیا میں جس کا نام عالم برزخ تھا، منتقل کر دیا۔ برزخ کا مطلب پردہ ہوتا ہے۔ ملک الموت کے ظاہر ہوتے ہی میرے اور پچھلی دنیا کے درمیان ایک پردہ حائل ہو گیا۔ جس کی بنا پر اس دنیا سے میرا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری جدائی کے غم میں میرے اہل خانہ پر کیا گزر رہی تھی، لیکن مجھے یقین تھا کہ میری تربیت کی بنا پر وہ خدا کی رضا پر صابر و شاکر ہوں گے۔ میں اپنی اصل شخصیت سمیت اب ایک نئی دنیا میں تھا۔ یہ برزخ کی دنیا تھی۔ اس نئی دنیا میں ملک الموت عزرائیل نے مجھے جس شخص کے حوالے کیا، وہ یہی صالح تھا۔ اس کے ساتھ بہت سے خوش شکل، خوش لباس اور خوش گفتار فرشتے موجود تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں گلدستے، زبان پر مبارکبادیاں اور سلامتی کی دعائیں تھیں۔ مبارک سلامت کے اس ماحول میں وہ سب مل کر مجھے یقین دلا رہے تھے کہ آزمائش کے دن ختم اور جنت کی عظیم کامیابی کے دن شروع ہو گئے۔ اس وقت صالح نے مجھے یہ خوشخبری دی کہ برزخی زندگی کے آغاز پر میرے لیے پہلا انعام پروردگار ارض و سماوات کے حضور پیشی ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ یہ اعزاز ہر شخص کو نہیں ملتا۔ میرے لیے یہ خوشخبری جنت کی خوشخبری سے بھی زیادہ قیمتی تھی۔ (جاری ہے......)

☆اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام☆جب حلال وحرام جمع ہو جائیں تو حرام غالب ہوگا☆